قیصر آفتاب احمد
اسکالر، پی ایچ ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ایم اسلم کے ناولوں میں حب الوطنی کے عناصر

Qaisar Aftab Ahmad
Scholar PhD, Department of Urdu, NUML, Islamabad.

Elements of Patriotism in the Novels of M. Aslam

Patriotism is a basic element which reveals the relation of a person with his homeland. Each and every territory of earth has its own beauties. The people living in these terrorties have a natural essense of love for their homeland. The love of mother land is a part of person's nature. Patriotism mean to love homeland and its all concerned things. M. Aslam is a prominent Urdu novelist. His two novels i.eRaqs-e-Iblees and Khoon-e-Muslim have very visible elements of patriotism. In these novels many things about patriotism can be identified and discussed.Diferent events and dialogues can be cited and quoted from the novels. This research article contains the different aspection and diamentions of the above mentioned novels.

Key words: *Patriotism, Element, Homeland, Novels, Territory Relation, Prominent, Novelist.*

ایم اسلم کے دو منتخب ناولوں "رقص ابلیس" اور "خون مسلم" میں عناصر حب الوطنی تلاش کرنے سے پہلے حب الوطنی پر بحث کر لی جائے کہ وطن سے محبت کیا ہے۔

حب کا مطلب ہے پیار۔ انس اور چاہت اور الوطنی کا مطلب ہے مخصوص وطن یعنی مخصوص علاقہ سے والہانہ پیار کرنا۔ کسی فرد کی جہاں پیدائش ہوتی ہے، پرورش پاتا ہے، حصول علم کی تگ و دو کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اپنے وطن میں ہر قسم کے تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ یہ تمام احساسات مل کر حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ انسان تو انسان جانور، چرند، پرند اور درند بھی جس علاقے میں پیدا ہوتے ہیں زندگی گزارتے ہیں وہ بھی اپنی جنم بھومی سے محبت کرتے ہیں پرندے ہر صبح اپنے گھونسلوں سے نکل کر ہزاروں میل کا سفر کر کے اپنا رزق تلاش کرتے ہیں اور سورج غروب ہونے سے قبل اپنے اپنے گھونسلوں میں واپس آجاتے ہیں یہی حال انسان کا بھی ہے تمام انسان اپنے گھر اور علاقوں سے محبت کرتے ہیں اور اگر خدانخواستہ ان کے وطن پر کوئی غیر ملکی قبضہ کرنا چاہیے، تو وہاں کے لوگ ایسے شر پسند عناصر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی جان تک کی بھی بازی لگا دیتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں ہند و پاک لڑائی میں پاکستانی فوج نے نہ صرف دشمن کی افواج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے بارڈر پر لوگوں نے اپنے سینوں پر بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کو تباہ و برباد

کر دیا اور انھیں واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا پاکستانی لوگوں کا اپنے ملک کی خاطر اپنی جانوں کی پروانہ کرنا اپنی جنم بھومی سے پیار ہی ہے۔

جس کی معنوی توضیح درج ذیل ہے:

۱۔ نور اللغات کے مطابق

"حب الوطن (ع) مونث وطن کی محبت (ع)"(۱)

۲۔ فرہنگ آصفیہ کے مطابق:

"وطن الوطن (ع) اسم مونث وطن کی محبت، حب (ع) اسم مونث محبت، الفت، پریم، انس، پیار، پریت، دوستی، آشنائی، شوق چاہ، آرزو"(۲)

۳۔ امریکن ہیریٹیج ڈکشنری کے مطابق!

"Patriotism Noun, Love and devotion to once country" (3)

ایم اسلم کی فطری تحریروں میں ملک سے پیار کے اجزا کی جستجو کرنے سے قبل اردو ناول کے ارتقائی سفر کا جائزہ پیش کرنا ضروری ہے۔

اردو ناول کا ارتقائی سفر

ناول کے معنی طویل افسانے کے ہیں۔ اصلاحی مفہوم میں کہا جاسکتا ہے کہ مسلسل اور لمبا حصہ موضوعات کے لحاظ سے ناول ک,ادامن بہت وسیع ہے۔

ناول انگریزی کے اثر کے ساتھ ہمارے ملک میں رہا۔ ہمارے ہاں داستانیں بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ لیکن داستانوں اور ناول میں بڑا فرق ہے داستان میں حقیقت نگاری قطعاً نہیں ہوتی جبکہ ناول میں ہوتی ہے۔

یورپی ناول کو ادبیات میں اٹھارہویں صدی عیسوی سے جگہ ملی۔

پریم چند کے معاصرین میں کچھ لوگوں نے ناول لکھے جن میں مرزا محمد سعید زیادہ مشہور ہوئے۔ انہوں نے دو ناول یعنی خواب ہستی اور یاسمین لکھے۔ خواب ہستی میں ایک نوجوان عثمان کا حال درج ہے جو عشق مجازی کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا عشق حقیقی تک جا پہنچتا ہے۔

علی عباس حسینی نے بھی دو مشہور ناول لکھے۔ ان کا پہلا ناول سر سید احمد پاشا یا قاف کی پری ہے۔ دوسرا "شاید کہ بہار آئی ہے" اول الذکر سر تا سر رومانی ہے مگر ثانی الذکر نفسیاتی۔ جس میں میاں بیوی کی نفسیاتی الجھنیں پیش کی گئیں۔

زیادہ اہم قلم کار تین ہیں۔ عصمت چغتائی، کرشن چندرا اور عزیز احمد ہیں۔ تقسیم ہند بعد یا اسی دور کے لگ بھگ جن ناول نگاروں کو مقبولیت حاصل ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔ عادل رشید، قیسی رامپوری، نسیم حجازی وغیرہ۔ لیکن اس دور کے ناول نگار زیادہ اہم نہیں ہیں۔ البتہ ۱۹۶۰ء کے بعد سے کچھ ناول ضرور تحریر ہوئے ہیں۔ ان میں اہم قرۃ العین حیدر، احسن فاروقی، شوکت صدیقی، ممتاز مفتی، رضیہ فصیح احمد اور الطاف فاطمہ وغیرہ ہیں۔

اگرچہ دوناول یعنی تلاش بہاراں (جمیلہ ہاشمی) اور آبلہ پا (رضیہ فصیح احمد) کو بھی انعام کا مستحق سمجھا گیا مگر وہ زیادہ اہم نہیں ہیں۔ ان کے برعکس ممتاز مفتی کا ناول علی پور کا ایلی اپنی خامیوں کے باوجود زیادہ توجہ کا مستحق ہیں۔

"خدیجہ مستور کا آنگن" اس تناظر سے سیاسی ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اس دور میں سیاست گھریلو زندگیوں پر اثر انداز ہو رہی تھی؟ کہانی کا پلاٹ سلیقے سے تعمیر کیا گیا ہے۔

عبداللہ حسین کا اُداس نسلیں، سر سید احمد خان کے زمانے سے ذرا بعد قیام پاک وطن کے واقعات تک محدود ہے، ان میں ذکر اس بات کا ہے کہ ہندوستان کے اقتصادی، سیاسی، سماجی حالات جنگوں اور بیروزگاری وغیرہ سے عوام کو کتنی بے زمیر، دل مردہ اور اداس کر دیا ہے۔ اس میں واقعات کا تناسب تو زیادہ موزوں نہیں البتہ تاریخ کے پردے میں مصنف کے بنے ہوئے تعصبات سے ہمیں واسطہ نہیں پڑتا۔ انہوں نے محض دیکھنے اور دکھانے پر اکتفا کیا ہے۔ ناول کی سب سے بڑی وجہء قدر و قیمت جاندار، متحرک اور زندہ بیانات جیسی وجوہ ہیں۔ ممتاز مفتی کا ناول علی پور کا ایلی بہت طویل ہے۔ ابتدائی چار سو صفحات بہت اچھے ہیں۔ مگر بعد میں ناول رفتہ رفتہ تخلیق کار کے قابو میں نہیں رہا۔ اور بالکل بکھر گیا ہے یہ ایک کردار کا نفسیاتی اور ذہنی ارتقاء ہے، جس کی زندگی عیش و نشاط سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اسے مذہبیت کی طرف لے آتی ہے لیکن آخری حصہ زیادہ متاثر نہیں کرتا کیونکہ واقعات کچھ مافوق الفطرت اور ناقابل یقین ہو جاتے ہیں بہر صورت یہ ناول قابل قدر ہے۔ اس کا خلاصہ یوں ہے: ناول کی ابتدا اسے ہی یہاں افسانے آگئے ہیں جنہوں نے ناولوں کی مقبولیت کو نقصان پہنچایا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں کا ذہن ابھی اچھے ناول کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں، یہاں کے ناول نگاروں میں نفسیاتی بصیرت کی کمی ہے۔ پھر بھی چند برسوں میں کچھ اچھے ناول لکھے ملتے ہیں جو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ناول ختم نہیں ہوا بلکہ شاید آئندہ ناول پھر سے اپنے مقام پر فائز ہو جائے گا اور ترقی کی منازل طے کرے گا۔ اس طرح اردو ناول قیام پاکستان کے بعد بہت سے سماجی اور قومی پہلوؤں کو احاطہ کئے ہوئے ہے جن میں سے ایک حب الوطنی کا پہلو بھی ہے۔

حب اولوطنی کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے دونوں معنون کے مطابق انسان کا اپنے پیدائشی اور رہائشی علاقہ سے محبت کرنا فطری عمل ہے۔ حب الوطنی الفاظ کا مرکب ہے۔ اس میں ایک لفظ حب ہے جس کے معانی پیار، محبت، چاہ، دوستی، اور الفت کے ہیں۔ جب کہ دوسرا لفظ "ال" ہے۔ جس کا استعمال دو لفظوں کا باہم ربط پیدا کرنے کے واسطے ہے۔ وطن رہنے، قیام کرنے کی جگہ، پیدا ہونے کی جگہ، ملک، وطن، یا علاقہ وغیرہ اور لفظ کے آخر میں "ی" کو بطور لاحقہ کیفیتی استعمال کیا گیا ہے۔ کیفیت کے معانی ہیں، حالت، خوبی، حالات و واقعات، معیارات فطرت، وغیرہ کے ہیں۔

لہٰذا حب الوطنی سے مراد وہ مخصوص علاقہ ہے جہاں انسان پیدا ہوتا ہے۔ پرورش پاتا ہے اور اپنی زندگی کے ایام گزارتا ہے۔ اس مخصوص علاقہ کے مخصوص حالات و واقعات اور معیارات فطرت انسان کے دل و دماغ میں سما جاتے ہیں۔ اور فطری لحاظ سے پیار کرتا ہے۔ اس کی حفاظت کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے۔ اس کے اظہار کا رنگ مختلف انداز

سے ظاہر کرتا ہے۔ اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہونے کے باوجود اپنے علاقہ کے جوانوں، شاعروں، مختلف مقامات کے مناظر، کی خیالی عکاسی کرکے گنگناتا رہتا ہے۔

وہ اپنے علاقے کی یادوں کو مختلف اصناف ادب شاعری میں کبھی افسانے اور ناول میں اور کبھی ڈرامائی شکل میں تحریر کرتا ہے۔

قیام پاکستان سے پہلے جذبہ حب الوطنی ہندوستان کی مجموعی حب الوطنی تھی اور جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا اور ۱۸۸۵ء میں آل انڈین نیشنل کانگرس بنی اس وقت مسلمان اور ہندو مل کر برصغیر کو انگریزوں کے چنگل سے آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگے۔ مسلم لیگی رہنما جناح نے بھی کانگریس میں شمولیت یا رکنیت اختیار کر لی تھی۔ اس وقت حب الوطنی کا جذبہ مجموعی جذبہ تھا۔ ہر کوئی اپنے علاقائی علاقے ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانا چاہتا تھا۔ لیکن جب مسلمانوں نے یہ بات محسوس کی کہ کانگریس صرف ہندوؤں کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے اور آزادی کے بعد حکمرانی کے خواب دیکھ رہی ہے تو مسلمان قائدین نے ۱۹۰۶ء میں الگ سیاسی جماعت مسلم لیگ قائم کی۔ اور مسلمانوں کے الگ وطن کی کوشش شروع کر دی دسمبر ۱۹۳۰ء کو علامہ محمد اقبال نے ایک خطبہ دیا اور برطانوی حکومت پر زور دیا کہ برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں کو الگ حیثیت دے دی جائے، اس تجویز کو لاہور میں ایک قرارداد کے طور پر 23 مارچ ۱۹۴۰ء کو منظور کر لیا گیا کہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان، آسام اور بنگال کو ملا کر الگ ریاست تشکیل دے دی جائے بیسویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کی حب الوطنی تغیر پذیر ہو گئی اور وہ ایک الگ وطن کا خواب دیکھنے لگے۔ مسلمان سوچ رہے تھے کہ ہمارا الگ وطن ہو گا جہاں اسلام کا بول بالا ہو گا اور ہر انسان کو انصاف ملے گا یہ حب الوطنی تھی جو قائم ہونے والے وطن کے لیے تھی یعنی الگ وطن پاکستان قائم نہیں ہوا تھا اس کے باوجود نئے قائم ہونے والے وطن سے محبت شروع ہو گئی تھی اس محبت کا اظہار مختلف شاعروں اور ادیبوں نے کرداروں اور واقعات کے ذریعے کیا ہے۔

ایم اسلم بہت بڑے (ادیب) ناول نگار ہیں وہ اپنے پہلے ناول رقص ابلیس میں (جو کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد شائع ہوا) تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے وقت حالات و واقعات بڑے موثر طریقے سے تحریر ہوئے ہیں۔ مسلمانوں پر ہندوؤں اور سکھوں کے مظالم کی داستانیں بھی ملتی ہیں مہاجرین کی آبادکاری کے مسائل ان کی ملک پاکستان کے لیے محبت اور عملی کوششوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ پاکستان قائم کرنے کا فیصلہ ہوا تو ہندوؤں، سکھوں نے انگریزوں کی ایما پر مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ہندو اور سکھ زیادہ تعداد میں تھے اور انہیں انگریز آقاؤں کی پشت پناہی بھی حاصل تھی اس لے وہ بڑی دیدہ دلیری سے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود مسلمان ایک نئے ملک پاکستان کی خوشی میں سب کچھ برداشت کر رہے تھے مسلمانوں کے اندر نئے ملک سے پیار ہی تھا۔ جس کی چاہ کے لیے مسلمان اپنے عزت، جان و مال، اور زندگیوں کی پرواکیے بغیر منزل کی طرف رواں دواں تھے۔

ان حالات و واقعات کا نقشہ ایم اسلم نے کچھ اس طرح دکھایا ہے:

"نقارے بج رہے ہیں ڈھول پیٹے جا رہے ہیں موٹر کے ہارن کی بھوں بھوں تلخ اور تیز سیٹیاں، گلی گلی سے محلے محلے سے ہر کوچہ و بازار سے ڈم ڈم ڈم پھر توحید توحید اللہ اکبر! ایک فلک شگاف نعرہ پاکستان زندہ باد اور ساتھ ہی "جے ہند" کی گرجتی ہوئی آواز ست سری اکال کا شور، پھر اکا دکا بندوق یا پستول چلنے کی آواز، تڑاخ تڑاخ پھر پولیس کی گولیاں، ٹھاں ٹھاں، ٹھیں ٹھیں اٹھیں ٹھاٹھاں اور بم پھٹنے کا خوفناک دھماکہ اور لوگوں کا شور وغل"۔ (۴)

اس اقتباس میں ناول نگار نے قیام پاکستان کے واقعات بیان کیے ہیں۔ نقارے بج رہے ہیں خوشی سے ڈھول بجائے جا رہے ہیں گاڑیوں کے ہارن کی آوازیں بھی آ رہی ہیں، ہر گلی محلے سے ڈھول کی ڈھم ڈھم اور پھر نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگنے لگے اور پھر ساتھ میں پاکستان زندہ باد کے نعرے بھی فضا میں اپنا اثر دکھا رہے ہیں لیکن دوسری طرح جے ہند اور ست سری اکال کی گرجتی ہوئی آوازیں بھی آ رہی ہیں اکا دکا پستول یا بندوق چلنے کی آوازیں بھی فضا میں بلند ہو رہی ہیں حالات بہت غیر یقینی ہیں ایک طرف مسلمان اور دوسری طرف ہندو اور سکھ ہیں اس کے باوجود مسلمانوں کے اندر نئے وطن پاکستان کا جذبہ حب الوطنی ہے اور یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں اور پاکستان کی طرف ہجرت کرتے جا رہے ہیں۔

ایم اسلم نے لکھا ہے کہ قیام پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی ہندو مسلم اور اس کے مخالف ست سری اکال اور جے ہند کے نعرے بلند ہو رہے ہیں بندوقوں اور پستولوں سے فائرنگ کی آوازیں بھی آ رہی ہیں اس طرح یہ دن گذر جاتا ہے اور رات آ جاتی ہے لیکن رات کو بھی سکون نہیں ہے اس منظر کو ایم اسلم نے یوں بیان کیا ہے:

"مشرقی چاند کی ہلکی ہلکی سی چاندی کائنات پر پھیل رہی تھی کچھ سردی بھی چمک اٹھی تھی اور شاید خلق خدا طوفان گذر جانے کے بعد آرام کا فکر کر رہی تھی کہ ایک جانب سے پھر "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے عقب میں پھر وہی "ست سری اکال" اور "جے ہند" کا نعرہ فضا میں گونجا لیکن اس آواز میں کچھ دہشت تھی کچھ خوف سا تھا۔ ابھی یہ آواز فضا میں گونج ہی رہی تھی کہ پھر ایک بار بادل خوفناک گرج اور بجلی کی ہیبت ناک کڑک کی طرح "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ فضا میں ارتعاش سا پیدا کرنے لگا"۔ (۵)

اب رات ہو چکی تھی چاند مدہم مدہم روشنی پھیلا رہا تھا موسم میں گرمی کی شدت کم ہو رہی تھی اب لوگ رات ہونے کے باعث سے اس انتظار میں تھے کہ کچھ آرام کر لیا جائے لیکن دونوں جانب سے نعروں کی آوازیں وقفے وقفے سے بلند ہو رہی تھیں پاکستان زندہ باد کے مقابلے میں دوسری طرف سے ست سری اکال اور جے ہند کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ اگرچہ مسلمان کم تعداد میں تھے لیکن اس کے باوجود وہ ہندوؤں اور سکھوں کا مقابلہ مردانہ وار بہادری سے کر رہے تھے اس مقابلے اور بہادری کی دو بڑی وجوہات تھیں ایک یہ کہ اللہ کے نام پر ایک الگ وطن قائم ہو رہا تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمان موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔

جب شام کی مدھم روشنی رات کے اندھیرے میں تبدیل ہونے لگی چاند کی ٹھنڈک بھری روشنی نے لوگوں پر غنودگی طاری کر دی ابھی نیند جوبن پر آ ہی رہی تھی کہ اچانک بن کے رہے گا پاکستان کی گرج دار آواز فضا میں بلند ہوئی، پھر جواب کے طور پر نعرہ ہند کی آواز آئیجس کا نقشہ ایم اسلم نے کچھ اس طرح دکھایا ہے۔

"شام کے وقت حالات سنبھلنے لگے اور لوگ گھروں میں آرام کی غرض سے لیٹنے لگے چاندنی راتوں کا چاند اپنی روشنی سے جگمگایت بر قرار رکھنے کی کوشش میں تھا، ہلکی ہلکی ٹھنڈ تھی کہ یکا یک نعرہ پاکستان بلند ہوا اور پھر جواب میں نعرہ ہند، ہندوستان کا نعرہ لگانے والوں کی آواز میں گھبراہٹ اور خوف تھا اس کے فوراً بعد ایک گرج دار آواز میں "پاکستان زندہ باد" کا ایسا نعرہ لگا کہ فضا گونج اٹھی۔ آزادی کے اعلان کے بعد یہ روزانہ کا معمول تھا لوگ پاکستان زندگہ باد کہتے باہر نکلتے تو ہندو بھی باہر آجاتے مگر مسلمانوں کا جوش اور ولولہ امتاز بردست ہوتا کہ ہندووں کے بڑے بڑے مجمعے بھی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے"۔ (۶)

ایم اسلم درج بالا اقتباس میں اعلان آزادی ہو جانے کے فوراً بعد کے حالات و واقعات کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب شام کو لوگ آرام کی غرض سے اپنے بستروں پر جانے لگتے ہیں تو اچانک پاکستان زندہ باد کا غوغا بلند ہوتا ہے دوسری طرف غوغا ہند کی بھی آوازیں آتی ہیں لیکن مسلمانوں میں جذبہ حب الوطنی امتاز یادہ ہے اور مزید یہ کہ مسلمان جذبہ شہادت سے بھی سرشار ہیں اس لیے وہ بغیر کسی خوف کے گرجدار آواز میں " پاکستان زندہ باد" کا غوغا بلند کرتے ہیں اس نعرے سے ہندووں پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور وہ تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود بھاگ جاتے ہیں۔

جو لوگ پاکستان میں ہجرت کر کے آچکے تھے وہ جذبہ حب الوطنی سے سرشار تھے وہ نئے وطن میں بہت ساری امیدیں لے کر آئے تھے کہ نئے ملک میں امن اور سکون ہو گا ایم اسلم ایک کردار محبوب الٰہی کے ذریعے اس طرح دکھاتے ہیں۔

" یہ تو ٹھیک ہے محبوب الٰہی نے جواب دیا لیکن پاکستان تو مسلمانوں کے لیے امن کی جگہ ہے یہاں ہمیں کس چیز کا خوف ہو سکتا ہے میں تو کچھ ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے میں پھر اپنے کنبے میں آ گیا ہوں آپ یقین مانیں کہ میں نے جس وقت پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا تو گذشتہ مصائب ایک خواب سے معلوم ہونے لگے طبیعت ایک سکون اور اعتماد سا محسوس کرنے لگی اس سرزمین کی ہوا میں مجھے ایک نئی زندگی کا پیغام ملتا معلوم ہو رہا تھا غیریت اور اجنبیت کا خوف بالکل معدوم تھا میں جدھر نگاہ اٹھاتا مجھے کچھ ایسا یقین سا ہونے لگتا گویا ہر چیز مجھے تسیاں دے رہی ہے اور میرا دل بھی مجھے یہ اطمینان دلا رہا ہے کہ اس سرزمین میں جسے ہم پاکستان کہتے ہیں مسلمانوں کے لیے امن ہی امن ہے"۔ (۷)

اس اقتباس میں ایم اسلم نے ایک کردار محبوب الٰہی کے ذریعے جذبہ حب الوطنی کو اجاگر کیا ہے محبوب الٰہی کہتا ہے کہ پاکستان ہمارے لیے جاۓ سکون ہے لہذا اب کوئی خطرہ نہیں ہے اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میرا اپنا خاندان ہے۔ جب میں پاکستان کی سرزمین میں داخل ہوا تو مجھے اپنی سابقہ تمام پریشانیں بھول گئیں مجھے ہر طرف سے سکون ہی سکون محسوس ہونے لگا ہے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہاں کی ہر چیز میرے لیے ہے۔

پاکستان کے قیام کے اعلان کے بعد لوگوں کے قافلے وقفے وقفے سے پاکستان آرہے تھے۔ قافلے والے خود پر ہونے والے مظالم بیان کر رہے تھے۔ داستانیں سنا رہے تھے لیکن دوسری طرف حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار پاکستانی لوگ ان غم زدہ اور مظلوم بھائیوں کی مدد کر رہے تھے جس کا ذکر ایم اسلم بڑے اچھوتے انداز سے کرتے ہیں۔

"آج مشرقی پنجاب سے پناہ گزینوں کا ایک بڑا قافلہ سنٹرل کیمپ میں پہنچا تھا شہر والوں نے بڑی ہمدردی اور فراخ دلی سے اپنے مظلوم بھائیوں کے کھانے پینے کا سامان فراہم کیا۔ تقریباً ہر شخص نے بقدر ہمت اس کار خیر میں حصہ کیا۔ کھانا ٹرک اور لاریوں میں بھر کر آیا تھا اور رضاکار جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں مہاجرین کی خدمت کے لیے موجود تھے۔ پناہ گرینوں نے راستے میں جو مصائب برداشت کیے تھے جو جو ظلم ان بیکسوں پر توڑے گئے سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ یہ لوگ گھروں سے تو پورے سامان سے لد لدا کر نکلے تھے لیکن جب پاکستان میں پہنچے تو ان میں سے پیشتر ایسے بھی تھے جن کے پاس بدن کے تین کپڑوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا اس قافلے میں جوان عورتیں خال خال نظر آتی تھیں مجروح اور بیمار کثرت سے تھے لیکن اس مصیبت، پریشانی اور بے چارگی کے باوجود پاکستان زندہ باد کے نعرے بھی برابر لگ رہے تھے کہیں کہیں ایسے لوگ بھی نظر آجاتے جو ہاتھ اٹھا اٹھا کر پاکستان پہنچ جانے پر خدا کا شکر ادا کر رہے تھے"۔ (۸)

مسلمان نیا ملک بننے سے بہت خوش تھے اور وہ قافلہ در قافلہ پاکستان آرہے تھے۔ اپنا مال، جان اور عصمتیں لٹا کر پاکستان آرہے تھے ان کے اندر جذبہ حب الوطنی ہی تھا جس کی وجہ سے یہ تمام مصائب برداشت کرتے ہوئے پاکستان آرہے تھے اور دوسری طرف پاکستانی لوگ بھی جذبہ حب الوطنی سے سرشار تھے اور وہ ان مہاجرین کی خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام کرنے میں لگے ہوئے تھے کچھ مہاجرین ایسے بھی تھے جن کے پاس تن کے کپڑے ہی تھے لیکن پاکستانی لوگوں نے ان مہاجرین کی دل کھول کر امداد کی مہاجرین سب کچھ لٹا کر پاکستان پہنچ کر بہت خوش تھے پاکستان کے ہمیشہ قائم رہنے کی دعائیں مانگنے کے ساتھ ساتھ اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

ایم اسلم کا ایک اور ناول "خون مسلم" ہے۔ اس کی اشاعت ۱۹۶۹ء میں ہوئی۔ اس میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تا پاکستان بننے تک کے واقعات بیان کیے گۓ ہیں۔ جنگ آزادی میں ہندو اور مسلمان شریک تھے جب کہ مسلم قوم کو وجہ جنگ ٹھہرایا۔ انھوں نے انگریزوں کو باور کروایا کہ اس جنگ کے ذمہ دار صرف مسلمان ہیں ہم آپ کے وفادار ہیں۔

مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے سر سید احمد خان نے رسالہ اسباب بغاوت ہند بھی لکھا۔ اس جنگ کے بعد مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ مسلمان کو ہندووں سے الگ رہ کر آزادی کے حصوئل کی کوشش کرنا ہوگی۔ ۱۸۸۵ء میں آل انڈین نیشنل کانگریس اور ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہو چکی تھی۔ کانگرس آزادی کے بعد اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہی تھی جبکہ مسلمان اپنی مسلم ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کر رہے تھے ان تمام حالات و اواقعات کو تخلیق کارنے "خون مسلم" میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

> "صدیوں سے مل کر رہنے والے ہندو اور مسلمان میں ہندو کی تعصب نگاہی اور سیاسی تنگ نظری کی وجہ سے دو قومی کا نظریہ پیدا ہو گیا اور اسی نظریے نے بالآخر مسلمانوں کو پاکستان کا تخیل عطا کیا۔ ہندوستان کے وہ مسلمان جو ملک کے ایسے گوشوں میں آباد تھے جہاں قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی پاک ہوا کا بھی ان تک پہنچنا ممکن نا تھا اس مقدس مقصد کے حصول کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اب ایک طرف "جئے ہندوستان کا نعرہ لگتا اور دوسری جانب "پاکستان زندہ باد" کی آواز ملک کی سیاسی فضا میں ایک ہئیت سی پیدا کر دیتی۔ یہ دو سیاسی نعرے اس بات کا ایک ناقابل تردید ثبوت تھا کہ ہندستان میں دو قومیں آباد ہیں۔ ہندو اور مسلمان! اور ہندو کانگریس کا یہ دعویٰ کہ وہ سارے ہندوستان کی واحد نمائندہ ہے محض غلط ہے"۔ (۹)

ہندووں کے متعصب رویے سے مسلمانوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہندووں اور مسلمانوں کا اکٹھا رہنا ناممکن ہے کانگریس آزدی کے بعد اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہی تھی کانگریسی رہنما مسلمانوں کو غلام بنانے کا سوچ رہے تھے لیکن مسلمانوں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ہندوں سے الگ اسلامی ریاست بنائیں گے سر سید احمد خان اور علامہ اقبال دو قومی نظریہ پیش کر چکے تھے مسلمان قائدین کا خیال تھا کہ ہندووں اور مسلمانوں کے کئی صدیوں سے اکٹھا رہنے کے باوجود اکھٹے نہیں رہ سکتے ان کی ثقافت اور تہذیب و تمدن الگ الگ ہے ان دونوں قوموں کا اکھٹا رہنا گویا آگ اور پانی کا اکھٹا رہنا ہے یعنی جس طرح آگ اور پانی اکٹھے نہیں رہ سکتے اسی طرح ہندو اور مسلمان اکٹھے نہیں رہ سکتے ان حالات میں ہندووں کی طرف سے جے ہند کا نعرہ لگتا ہے جبکہ مسلمانوں کی طرف پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگتا۔ یہ سیاسی نعرے ثبوت تھے کہ ہندوستان میں دو مذاہب کے لوگ قیام پذیر ہیں یعنی بنیے اور مسلم۔ گاندھی کی یہ دلیل بھی ٹھیک نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کے تمام لوگوں کی مشترکہ جماعت ہے۔ مسلمانوں کا الگ نئے وطن کی جدوجہد اسی فطری جذبہ کی مثال ہے۔

تقسیم ہنگ کے بعد کچھ علاقوں سے ہندووں نے مسلمانوں کی جائدادوں پر قبضہ کرنے کے لیے اور پاکستان کے مسائل بڑھانے کے لیے مسلم قوم کو جبراً پاکستان کی طرف دھکیل دیا گیا۔ ہندو یہ چاہتے تھے کہ پاکستان کو انتظامی طور پر اتنا مجبور کر دیا جائے کہ وہ خدانخوانستہ ٹوٹ جائے اور دوبارہ ہندوستان کا حصہ بن جائے لیکن مسلمان جذبہ حب الوطنی سے سر شار تھے اور انہوں نے وارد مہاجرین کو ست بسم اللہ جی آیاں نوں کہا۔ بقول ایم اسلم:

"پاکستان کی حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ فرشتے نہیں۔ ہماری طرح کے انسان ہیں اور انسانوں سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ اراکین سے بھی ہوتی ہوں گی لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں مصائب پر نگاہ ہو وہاں محاسن بھی نظر انداز نہ کیے جائیں آپ صرف ایک مہاجرین کا مسئلہ ہی لے لیں۔ مشرقی پنجاب اور دہلی وغیرہ سے مسلمانوں کو نکلنے پر مجبور کر کے ہندوؤں نے پاکستان پر ایک خوفناک ضرب لگائی تھی۔ ساٹھ ستر لاکھ مسلماوں کو از سر نو بسانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ہندو کی یہ ایسی خوفناک چال تھی کہ اگر قدرت مسلمانوں کی مدد پر نہ ہوتی تو حاکم بدہن! پاکستان کا قصہ ختم ہو چکا تھا۔ پاکستان حکومت نے اس کام کو جس خوش اسلوبی سے کیا اور لاہور کے مسلمانوں نے جس ایثار اور محبت سے اپنے مہاجرین بھائیوں کی خاطر مدارت کی، پاکستان حکومت اور مسلمانوں کا یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے جس پر ہر پاکستانی جتنا فخر کرے کم ہے"۔(۱۰)

اس اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ طرح طرح کے لوگے یہاں موجود ہوتے ہیں جن کے مزاج بھی مختلف ہوتے ہیں۔ پاکستانی حکومت میں شاءستہ اور برے لوگ موجود ہیں غلطیاں ہر انسان سے ہوتی ہیں۔ مگر اصول یہی ہے کہ مصائب اور خوبیوں پر نظر ہونی چاہیے۔ ہندوستان نے جس طرح ستر لاکھ مسلمانوں کو پاکستان بھیج دیا یہ کسی بڑے چیلنج سے کم نہیں تھا لیکن ان تمام مسائل اور مشکلات کا پاکستانی حکومت اور عوام نے بڑے صبر و تحمل سے مقابلہ کیا، ایثار اور محبت کے جذبے کے تحت مہاجرین کی مدد کی ان کی خاطر مدارت بھی کی انھیں رہنے کے لیے چھتیں مہیا کیں ان کی خوراک اور روزگار کے ذرائع پیدا کیے یہ سب کیا تھا یہ جذبہ حب الوطنی ہی تھا پاکستان سے محبت پاکستان آنے والے لوگوں سے محبت اور یہ جذبہ اس وقت اپنے عروج پر تھا لوگ کھانے کی دیگیں پکا کر مہاجرین کے کیمپوں میں لاتے اور ان کے غم اور خوشی میں شریک ہوتے اور یہ جذبہ حب الوطنی ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔

تقسیم ہند کے بعد مختلف علاقوں کے الحاق کے مسائل در پیش تھے۔ اور ہر کوئی اس بارے میں پریشان تھا۔ قلم کار ایم اسلم یوں لکھتے ہیں:

"آپ کو تو خیال ہو گا کہ آپ کا بیشتر علاقہ پاکستان میں شامل ہو گا؟ میں نے پوچھا، خیال تو بہت قوی تھا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا"۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیدیں پوری نہ ہوں گی اور آخر وہی ہوا جس کا کھٹکا تھا جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے خلاف دو زبردست طاقتیں کام کر رہی تھیں ایک انگریز کی مسلمان دشمنی، دوسری طرف ہندو کی دولت، انگریز کی تو مسلمانوں سے ہمیشہ دشمنی رہی لیکن جب پاکستان کا اعلان ہوا تو ہندو کی دولت نے انگریزوں کو بھی خرید لیا۔ پندرہ اگست کو حد بندی کے کمیشن نے اپنے فیصلہ کا اعلان کرنا تھا۔ ۱۲ اگست کو میں نے ذاکر کے بیٹے کا ختنہ کیا اور اسی روز میرے ایک ملنے والے سکھ نے جس کا نام جسونت سنگھ

تھا اور گاؤں کا نمبر دار تھا مجھ سے کہا کہ پندرہ اگست کو شہر میں ہنگامہ ہو گا میں بال بچوں کو لے کر اس کے پاس گاؤں میں آ جاؤں!"۔ (۱۱)

تقسیم ہندوستان کے وقت مسلمان اندازے لگا رہے تھے کہ مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں شامل ہوں گے لیکن یہ امیدیں پوری نہ ہوئیں اور ہندوؤں کی دولت نے چمک دکھائی اور بہت سارے مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے ہندوؤں نے دولت کے ذریعے انگریزوں کو خرید لیا اور حد بندی کمیشن نے ناانصافیاں کیں اور مسلم اکثریتی علاقے کے وہ لوگ جو اس امید میں تھی کہ یہ علاقہ پاکستان میں شامل ہو گا وہ بہت مایوس ہوئے اس طرح یہ لوگ ہندوؤں کی عیاری اور سکھوں کے ظلم کا شکار ہو گئے۔ اس کی عکاسی ایم اسلم نے اس طرح بیان کی ہے۔

"یہ وہ لوگ تھے جو اپنے اپنے گھروں میں کسی روز پاکستانی کہلانے کی آس لگائے بیٹھے تھے لیکن پاکستان بنا تو انہیں گھر چھوڑنا پڑا اور وطن بھی۔ جان بھی دینی پڑی اور عزت بھی! یہ سب انگریز کے ترکش اخری تیرے گھائل۔ ہندو کی عیاری اور ظالم سکھوں کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ تو تھا لیکن پھر بھی ان اداس اداس چہروں پر کچھ اطمینان سا بھی نظر آتا تھا۔ اس پریشانی اور بے چارگی میں یہ اطمینان؟ ہاں سب کچھ لٹا دینے کے بعد اور موت کے خوفناک منہ سے بچ جانے کے بعد آک یہ سب سرزمین پاکستان میں تھے اس پاک سرزمین میں تھے اس پاک سرزمین میں جو انہوں نے اپنے خون سے سینچی تھی۔ جہاں ہر فرد ان کی خدمت کو اپنا ایمان سمجھتا تھا اور ان کے دکھ درد کا ساجھی تھا اور کیسے نہ ہوتا؟ یہی وہ نیک نفس اور پاک باطن مہاجر تھے جن کی ہمیشہ زندہ رہنے والی قربانیوں کے بعد، بہو بیٹیوں کو بھینٹ چڑھا دینے کے بعد، جوان بیٹوں! معصوم جانوں، بے کس بوڑھوں اور کمزور اور ناتواں عورتوں کی قربانی دینے کے بعد پاکستان میں تھے جس کی خاک کا ذرہ ذرہ انہیں قدم قدم پر لبیک کہہ رہا تھا۔ کیوں؟ یہ بہادر پاکستان کی عزت کے علمبردار تھے اور پاکستان کے پرچم کے نگہبان!"۔ (۱۲)

پاکستان کے قیام کے بعد ان علاقوں میں آباد لوگ جہان پر مسلمانوں کی اکثریت تھی وہ بہت خوش تھے کہ وہ پاکستان کا حصہ بن گئے ہیں۔ لیکن انگریزؤں اور ہندووں کی ملی بھگت سے ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اور انگریزوں نے مسلم اکثریت کے اضلاع کو ہندوستانی علاقے میں شامل کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کی جائیداوں پر قبضے کرنے کے لیے ہندووں اور سکھوں نے مسلمانوں کو پاکستان ہجرت کرنے کے لیے مجبور کیا۔ جس سے ہجرت کرنے والوں اور نوزائیدہ ریاست کی مشکلات میں اضافہ بھی ہوا۔

انہوں نے ہر چیز قربان کر دی۔ لوگ صرف اپنی زندگیاں بچا کر نئے ملک کی آرزو لے کر پاکستان میں داخل ہوئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سب کچھ لٹا کر بھی پاکستان حاصل کر کے بڑے مطمئن ہیں۔ جس وقت آزادی کا اعلان کیا گیا

توفسادات کا وسیع بازار گرم کر دیا۔ جگہ جگہ تلواروں اور برچھیوں سے ان پر ہندو اور دوسرے لوگ ٹوٹ پڑے جن لوگوں نے سرحد پار کی اور پاکستان میں داخل ہوئے انہوں نے اس ملک کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

ایم اسلم ہجرت کے احوال کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"تین سے کوئی چار پانچ کوس تک پاکستانی علاقہ تھا اسکے بعد مشرقی پنجاب کی حد شروع ہوتی تھی اور نکرم سنگھ کا گاوں بھی کوئی ڈیڑھ کوس دور تھا۔ چوہدریاور ان کے ساتھی گھوڑوں پر سوار تھے کہار ڈولی اٹھائے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کبھی کسی جگہ ستانے کو بھی بیٹھ جاتے تو خیر اسی طرح چلتے چلتے حد پر پہنچ گئے۔"(۱۳)

اس اقتباس میں لوگوں کی پاکستان کی طرف ہجرت کرنے کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ گو پاکستان آنے کے لیے مسلمان بہت بے چین تھے۔ لیکن ہندووں اور سکھوں نے بھی پاکستان کی طرف آنے والے اور نہ آنے والے مسلمانوں کی عزتیں اور جان و مال کو خوب لوٹا اور بہت زیادہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں نے اپنے وطن کی محبت کی خاطر بڑی قربانیاں دی۔

ایم۔ اسلم کے ناولوں "رقص ابلیس" اور "خون مسلم" ملک سے پیار کے اجزا بہت نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ قیام پاکستان کے اعلان کے وقت مسلمان بہت پر جوش تھے۔ ہر طرف ڈھول کی آوازیں آ رہی تھیں۔ "پاکستان زندہ باد" کی آواز زبان زد عام تھی۔ مہاجرین اپنا مال و جان لٹا کر پاکستان آ رہے تھے۔ دوسرا یہ کہ مسلمان اپنے اکثریتی علاقوں کو پاکستان میں شامل ہونے کی امید میں تھے۔ ہندووں نے انگریزوں کے ساتھ ساز باز کر کے یہ علاقے ہندوستان میں شامل کروا لیے۔ ان ناولوں میں تیسرا یہ پہلو نظر آتا ہے کہ مہاجرین کے لیے قافلے پاکستان میں آتے ہیں تو پاکستانی لوگوں نے جذبہ حب الوطنی کے تحت ان لوگوں کو کھانا، رہائش اور ضروریات زندگی فراہم کیں۔ ان ناولوں میں حب الوطنی کا چوتھا یہ پہلو نظر آتا ہے کہ مسلمان نئے قائم ہونے والے ملک میں امن اور انصاف کی امید لگائے ہوئے تھے۔ یہ آس اور امید حب الوطنی ہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولوی نور الحسن، نیر، نور اللغات، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ لاہور، س ن

۲۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد دوم مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور، س ن

۳- The American Heritage Dictionary of English Language fifth edition, Harcount Publishing Company P-2013

۴۔ ایم اسلم، رقص ابلیس، القمر انٹر پرائزز، اردو بازار لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۲۹

۵۔ ایضاً۔ ص ۲۹

۶۔ ایضا،ص۲۹

۷۔ ایضاً،ص۲۹

۸۔ ایضاً،ص۴۵-۴۶

۹۔ ایم اسلم،خون مسلم،البلاغ لاہور،۱۹۶۹،ص۱۱

۱۰۔ ایضاً،ص۲۴

۱۱۔ ایضاً،ص۱۳۲

۱۲۔ ایضاً،ص۱۸۱